عنبرین ولی

دل کا آسمان



رات گہری ہوتی جارہی تھی۔ چہار سو گہری خاموشی کا راج تھا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹا ایک ٹک چھت کو گھور رہا تھا۔ ذہن و دل غیر حاضر تھے۔ نگاہیں چھت پر جمی ہوئی تھیں اور تصور میں بس ایک ہی چہرہ دکھائی دے رہا تھا اور دل اس کے نام کی مالا جپنے میں مصروف۔

ہر انسان کو اپنی پوری حیات میں ایک بار تو ضرور ہی محبت ہوتی ہے اسے بھی ہوئی۔ مگر نہ جانے کیوں جب اسے محبت کا ادراک ہوا تو وہ بہت حیران ہوا' ساتھ ہی ساتھ خوشی کے بے پایاں احساس نے بھی اس کے وجود کو تراوٹ بخشی تھی۔ اسے محبت بھی تو ایسی ہوئی تھی کہ بریرہ ارمان کے تصور میں کھو کر اسے بھوک لگتی نہ ہی پیاس کا احساس ہوتا۔ پوری پوری رات وہ اس کے تصور سے باتیں کرتا رہتا۔ اس کی تمام تر سوچیں بریرہ کے گرد گھومنے لگی تھیں۔

بریرہ کا نام اس کے لیے زندگی بن چکا تھا مگر بریرہ۔ ایک تکلیف دہ احساس نے اسے کروٹ بدلنے پر مجبور کردیا۔ وہ جتنا اس کے قریب ہونے کی کوشش کرتا وہ اتنا ہی اس سے کتراتی تھی اور جب سے اس نے اظہار محبت کیا تھا تب سے تو وہ اس کے سائے سے بھی دور بھاگنے لگی تھی۔ وہ کئی دنوں سے بس یہی ایک بات سوچ رہا تھا کہ اس کے اظہار محبت پر اس نے اتنا شدید رویہ کیوں ظاہر کیا۔ وہ اس پر بہت بری طرح برسی تھی۔ بریرہ اس سے محبت نہیں کرتی اسے یہ بات معلوم تھی وہ آرام سے بھی انکار کرسکتی تھی۔ اس کا شدید رویہ اسے بری طرح الجھا رہا تھا۔ وہ جتنا اسے سوچتا رگ وپے میں اتری بے چینی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا۔ اسے کسی پل قرار نہ ملتا تھا۔ وہ اس کی محبت مسترد کرچکی تھی۔

"کاش بریرہ تم جان سکتیں کہ میں تم سے کتنی شدید محبت کرتا ہوں۔" وہ درد بھرے لہجے میں اس کے تصور سے مخاطب ہوا اور اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

☼ ☼ ☼

احتشام عزیز نے جب پہلی بار بریرہ کو دیکھا تھا تو اسے دیکھ کر وہ حیرت میں مبتلا ہوگیا۔ ارحمہ کے ساتھ وہ شاپنگ سینٹر آیا تھا اور وہیں خریداری کرتی بریرہ پر اس کی نگاہ پڑی تھی۔ سانولی رنگت کی مالک بریرہ حسن کی خوب صورت آنکھوں پر نظر کا موٹا چشمہ لگا ہوا تھا۔ لمبی قمیص اور کھلی شلوار سر پر بڑا سا دوپٹا۔ اس نے حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"آج کے دور میں بھی کیا ایسے حلیے والی لڑکیاں موجود ہوتی ہیں۔" اس نے اپنے ساتھ کھڑی ارحمہ سے پوچھا وہ کیا کہتی شانے اچکا کر رہ گئی۔ احتشام کی توجہ شاپنگ سے ہٹ چکی تھی۔ نہ جانے کیوں اسے خود بھی وجہ معلوم نہیں تھی' بس وہ اس لڑکی کو آبزرو کرنے لگا۔

اس کے انداز میں عجیب سی بے نیازی در حقیقت بے زاری تھی۔ اس کے ساتھ موجود لڑکی کافی اسٹائلش سی تھی۔ جدید فیشن سے آراستہ لباس میں وہ ٹھیک ٹھاک خوب صورت لگ رہی تھی۔ صاف ظاہر ہورہا تھا کہ اس بڑے بڑے چشمے پہنے ہوئے لڑکی کو زبردستی شاپنگ کے لیے لایا گیا ہے۔

"زونی اب بس بھی کرو۔" اسے دھڑا دھڑ خریداری کرتے دیکھ کر وہ اسے ٹوک بیٹھی۔

"یار مجھے آج تک ایک بات سمجھ نہیں آئی اور وہ یہ کہ تمہیں معلوم ہے کہ شاپنگ کرتے وقت تم بندے کو عاجز کردیتی ہو اور بس کرو' بس کرو کی رٹ لگا کر ناک میں دم کردیتی ہو مگر پھر بھی میں ہمیشہ تمہیں ہی کیوں اپنے ساتھ لے کر آتی ہوں۔" وہ حیرت سے آنکھیں پٹپٹا کر اسے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا اٹھی اور پھر کچھ کہنے کے لیے اس نے لب کھولے تھے۔ مگر.....

"احتشام بھائی۔" وہ جو ان پر توجہ مرکوز کیے کھڑا تھا ارحمہ کی آواز پر چونک گیا۔ ارحمہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اس کی حرکت نوٹ کرچکی تھی۔ وہ نظرباز نہیں تھا اسی لیے اسے عجیب محسوس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال کرتی احتشام نے فوراً" اس کی توجہ خود پر سے ہٹانے کے لیے بولنا شروع کردیا۔ واپس آجانے کے بعد بھی وہ اس انجان لڑکی کے بارے میں

سوچ رہا تھا۔ وہ پڑھی لکھی اور اچھی فیملی کی فرد لگ رہی تھی پھر اس کا حلیہ..... اس کا حلیہ احتشام کے دماغ میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ وہ اسے کچھ دن بعد بھول جاتا جو اگر وہ اسے دوبارہ دکھائی نہ دے جاتی۔

☼ ☼ ☼

ارحمہ کی نظر کمزور تھی اور اس کا چشمہ ٹوٹ گیا تھا۔ دو روز پہلے وہ آرڈر دے چکی تھی اور اب وہ اس شاپ پر آیا تھا کہ چشمہ لے سکے اور وہیں وہ موٹے چشمے والی لڑکی اسے دکھائی دی آج بھی وہ اکیلی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ وہی اسٹائلش سی لڑکی موجود تھی۔ جسے اس نے زونی کے نام سے پکارا تھا۔ وہ دھیمی آواز میں اسے کچھ سمجھا رہی تھی جبکہ وہ سرخ چہرہ لیے تن رہی تھی۔ وہ کاؤنٹر پر کھڑی تھیں اور ان کے سامنے قیمتی اور بے حد اسٹائلش گلاسز رکھے ہوئے تھے۔ نہ جانے زونی نے کیا کہا تھا کہ وہ ایک دم سے باہر نکلنے لگی۔

"بریرہ رکو تو' بریرہ پلیز رکو۔" وہ اس کے قریب سے گزری تھی اور احتشام نے اس کی آنکھوں کو بھیگتے ہوئے دیکھا تھا۔ زونی اسے آوازیں دیتی اس کے پیچھے تھی۔ وہ دونوں شاپ سے باہر نکل چکی تھیں۔ وہ کچھ دیر وہاں کھڑا رہا' پھر کاؤنٹر کے پاس آگیا۔

"کیا ہوتا جو بریرہ بی بی ان کی بات مان کر ذرا اسٹائلش گلاسز لے لیتیں۔" سیلز مین افسردگی سے بڑبڑایا۔ تو ساری بحث اس وجہ سے ہوئی۔

وہ پوری بات سمجھ گیا۔ یقیناً" زونی نے اس کے موٹے چشمے تبدیل کروانے کے جتن کیے ہوں گے اور ہزاروں تاویلیں دی ہوں گی کہ وہ مہارانی ان کی بات مان لیں اور پھر غصے میں وہ صاحبہ اسے چھوڑ کر ہی چلی گئیں۔ عجیب لڑکی ہے۔ نمونہ بن کر گھومنے کے شوق میں مبتلا۔ اس نے دل ہی دل میں اسے کوسا اور اپنا سامان لینے لگا اور پھر صرف تین دن بعد وہ اسے یونیورسٹی میں دکھائی دی۔ اس تیسرے اتفاق پر وہ چونک کر رہ گیا۔ ہر جگہ یہی لڑکی..... مسئلہ کیا ہے؟ اسے دیکھ کر وہ بے وجہ غصے میں آگیا۔ اس نے دونوں دفعہ جب اسے دیکھا وہ لمبی قمیص اور بے حد کھلی شلوار میں ملبوس تھی اور کپڑوں کے رنگ بھی ذرا ڈھنگ کے تھے۔ لیکن آج اس نے مردانہ رنگ پہن رکھا تھا ہلکا سرمئی رنگ بڑا سا دوپٹا سر پر لپیٹا تھا۔ سانولے رنگ اور موٹے چشموں کے ساتھ وہ ٹھیک ٹھاک عجیب لگ رہی تھی۔

"اس سے تو کوئی دوستی کرنا بھی پسند نہیں کرے گا۔" وہ مستقل اسی کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں اپنے نادر خیالات سے خود ہی مستفید ہورہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اردگرد سے بے نیاز تھی۔ وہ تیسری مرتبہ اسے دیکھ رہا تھا اور احتشام کو یقین تھا کہ اس نے ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا ہوگا۔ کچھ ہی دیر میں اسے یہ خبر بھی ہوگئی کہ وہ اسی کے ڈیپارٹمنٹ کی ہے مگر جونیئر۔ بہت سے نئے آنے والوں کی طرح نہ تو وہ کنفیوژ تھی اور نہ ہی پریشانی سے یہاں سے وہاں گھوم رہی تھی۔

کچھ ہی دن میں اس کی یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی کہ اس جیسے حلیے والی لڑکی سے کوئی بھی دوستی نہ کرے۔ بریرہ کی ذہانت اور اس کی بے حد خوب صورت آواز کے چرچے پورے ڈیپارٹمنٹ میں ہونے لگے۔ سینئر ہو کہ جونیئر ہر ایک اس کی تعریف میں رطب للسان تھا۔ بریرہ ارمان' ایک بے حد ہمدرد اور اچھی لڑکی ہے' بریرہ ارمان انتہائی ذہین لڑکی ہے اور اسی طرح کے بہت سے تعریفی جملے اس کے کانوں میں پڑتے رہتے تھے۔ وہ اکثر اسے دیکھتا تھا اور پھر بے وجہ ہی اسے سوچے چلا جاتا۔ کئی بار اس کے جی میں آیا کہ وہ اس سے مخاطب ہو مگر مخاطب ہونے کی وجہ اسے درکار تھی اور پھر اسے وجہ بھی مل گئی۔

وہ اسے لائبریری جاتا دیکھ چکا تھا سو اس کے پیچھے پیچھے لائبریری پہنچ گیا۔ وہ لائبریری میں موجود کتابیں دیکھ رہی تھی اور پھر ایک کتاب منتخب کرکے وہ پلٹی تو اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ اس کے چہرے پر ناگواری پھیلی مگر وہ کچھ بولی نہیں۔ قریب سے گزرنے لگی تو احتشام نے اسے پکار لیا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے

اسے دیکھنے لگی۔ شاید منہ سے کچھ نہ کہنے کی قسم کھا رکھی تھی اس نے۔

"مس بریرہ... اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا آپ مجھے یہ کتاب دے سکتی ہیں۔ اصل میں میری چھوٹی بہن ارحمہ کو یہ کتاب چاہیے تھی۔ مارکیٹ میں بھی ڈھونڈی مگر دستیاب نہیں ہوئی۔ آپ کے پاس دیکھی تو میں نے سوچا آپ سے مانگ لوں۔" وہ اطمینان سے جھوٹ بول رہا تھا۔ بریرہ نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"آپ کی بہن کو کون سی کتاب چاہیے تھی؟" اس کی آواز واقعی بہت سحر انگیز تھی مگر وہ اس خوب صورتی کو تب محسوس کرتا جب اس کا کیا گیا سوال اس کے ہوش نہ اڑاتا۔ کتاب کا سرورق اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ اب اسے کیا جواب دے۔ وہ بری طرح گڑبڑا گیا مگر خود کو سنبھال لیا۔

"یہی کتاب چاہیے جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔" اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔ بریرہ نے مزید کچھ کہے بغیر کتاب اسے تھما دی۔

"آپ کا بہت شکریہ۔" احتشام نے شکر کا سانس خارج کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ بنا کچھ بولے لائبریری سے باہر نکل گئی۔ وہ کتاب ہاتھ میں پکڑے کھڑا رہ گیا۔

"نہ جانے کیا سوچتی ہوگی میرے بارے میں؟ دل ہی دل میں اترا رہی ہوگی کہ میرے جیسا ہینڈسم لڑکا اس سے بات کرنے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے اور اوپر سے نخرے۔" اس نے اپنے گزشتہ مشاہدات کو ذہن میں لاتے ہوئے اس کے بارے میں بھی رائے قائم کرلی۔ وہ اپنی کیفیات سمجھنے سے قاصر تھا۔ اسے بریرہ کو دیکھنے اسے سوچنے کی عادت ہوگئی تھی اور اب بریرہ جب اور جہاں اسے دیکھتی وہاں سے ہٹ جاتی۔ اتنے مہینے گزر جانے کے بعد بھی بریرہ کے حلیے میں، انداز و اطوار میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔ اس کا رویہ ہر ایک سے دوستانہ تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ بہت ریزرو تھی مگر ہر ایک سے بات کرنا اس کی کوشش نہ تھی۔ اس کی بات چیت صرف کلاس فیلوز سے تھی اور وہ بھی تب جب ضرورت ہوتی۔ بے وجہ قہقہے لگانا، ہنسنا اسے پسند نہیں تھا اور یہی وجہ تھی کہ احتشام کا اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈنا اسے سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹ ویک کیا شروع ہوا۔ ہر ایک بریرہ کے آگے پیچھے گھومنے لگا۔ احتشام بھی ان میں سے ایک تھا۔ اسے کسی سے معلوم ہوا تھا کہ بریرہ کسی رسالے میں لکھتی بھی ہے۔ وہ اس سے ڈرامہ لکھوانا چاہ رہا تھا۔ ان کا آخری سال تھا احتشام سمیت سب چاہتے تھے کہ یہ اسٹوڈنٹ ویک یادگار بن جائے۔ اسی لیے وہ اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا مگر وہ اسے کہیں دکھائی نہ دی۔ کسی سے پوچھنا بھی اسے عجیب لگ رہا تھا۔ اس نے پورا ڈیپارٹمنٹ چھان لیا مگر وہ کہیں دکھائی نہ دی۔ وہ تھک کر کینٹین کی طرف ہولیا اور اپنے لیے چائے لے کر باہر آگیا۔ کوریڈور سے گزرتے کھڑکی سے اندر اس کی اڑتی اڑتی نگاہ گئی اور اسے وہاں بریرہ بیٹھی دکھائی دے گئی۔ آنکھوں پر گلاسز ٹکے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے جاکر کلاس روم کے دروازے پر کھڑا ہوگیا۔

وہ دس منٹ سے کلاس روم کے دروازے میں کھڑا تھا اور ان دس منٹوں میں اس لڑکی نے ایک بار بھی یہاں وہاں گردن ہلا کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اس کی تمام تر توجہ اپنے سامنے کھلے لنچ باکس پر تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے اس بھرے ہوئے لنچ باکس کا صفایا کررہی تھی اور اس کام میں اتنا مصروف و مگن تھی کہ دروازے میں کھڑے احتشام کی موجودگی اسے محسوس نہ ہوئی۔ کھانا کھا کر اس نے سب سمیٹا اور ٹیبل پر رکھے اپنے پرس میں سے پانی کی بوتل نکالنے کے لیے مڑی تو لمحے بھر کو ٹھٹک گئی۔ پھر کوئی بھی رسپانس دیے بغیر اس نے پرس میں سے بوتل نکال کر منہ سے لگائی پھر بوتل کو اس کے مقام پر رکھ کر اپنے بڑے سے پرس میں سے سیب نکال کر کھانے لگی۔ اسے خود پر احتشام کی نظروں کا ارتکاز محسوس ہو رہا تھا۔

"کھائیں گے؟" اس نے سیب اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"جب کھانا نہیں ہے تو یہاں کھڑے میرے نوالے کیوں گن رہے ہیں؟ میرے پیٹ میں درد کرنے کا ارادہ ہے کیا۔" وہ ذرا بگڑے لہجے میں بولی۔ احتشام مسکراتا ہوا اندر آگیا۔

"تمہاری صحت دیکھ کر تو نہیں لگتا کہ تم اتنا کھاتی ہو۔" وہ اطمینان سے اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا بریرہ جزبز سی ہوگئی۔ کلاس روم خالی تھا اگر کوئی ان دونوں کو یوں آمنے سامنے بیٹھا دیکھتا تو لمحے میں افسانہ بن جاتا۔ یہ سوچ آتے ہی وہ اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا ہوا؟ میری بات کا برا مان گئیں۔" وہ اس کی سوچ سے انجان پوچھنے لگا۔

"میں کسی ایرے غیرے کی بات کو اتنی اہمیت نہیں دیتی کہ مجھے وہ اچھی یا بری محسوس ہو۔ سو آپ اطمینان رکھیے۔" اپنی بات کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ جبکہ احتشام کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اسے لگا کہ وہ اس کی بے عزتی کرکے گئی ہے۔

"لعنت ہے مجھ پر، میں اس کے آگے پیچھے گھومتا رہتا ہوں اسی لیے تو یہ مجھے اتنی باتیں سنا کر چلی گئی۔" وہ غصے سے کھولتا وہیں بیٹھا رہ گیا۔

"یہ مجھے باقی لڑکوں کی طرح کا سمجھتی ہے۔ جو وقت گزاری کے لیے یونیورسٹی آتے ہیں اور لڑکیوں کے آگے پیچھے گھومتے ہیں۔ میں تو کام کی وجہ سے اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ نہ جانے کیا کچھ سوچ چکی ہوگی۔" وہ اداس ہوگیا۔ دل یکدم ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا۔ تب ہی اس کی نگاہ ٹیبل پر پڑی وہاں اس کا موٹے فریم والا چشمہ پڑا ہوا تھا۔ چشمہ دیکھتے ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے خاموشی سے وہ اپنی جیب میں ڈال لیا۔ ڈرامے کو وہ مکمل طور پر بھول چکا تھا۔ اب بریرہ ارمان میرے پیچھے پیچھے آئیں گی۔ یہ سوچ اسے مسکرانے پر مجبور کررہی تھی۔

اسے یہ بات سوچے محض دس منٹ ہی گزرے تھے کہ بریرہ اسے اپنی طرف آتی دکھائی دی۔

"سنیے۔" اس نے اپنی خوب صورت آواز میں ذرا جھجکتے ہوئے اسے پکارا۔ وہ اسی پکار کا تو منتظر تھا۔ اپنی خوشی چھپائے وہ سنجیدہ ہو کر اس کی طرف پلٹا۔ بنا چشمہ کے وہ کافی معقول لگ رہی تھی۔ وہ بے حد غور سے اسے دیکھنے لگا۔ بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں اف... اس کا دل ڈول کر رہ گیا۔

"وہ میں کلاس روم میں اپنے گلاسز بھول آئی تھی آپ نے اٹھائے تو نہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ احتشام آنکھیں پھاڑے اس کی آنکھیں دیکھ رہا تھا۔ آخری جملے پر وہ ہوش میں آیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں چشمہ چور ہوں۔" وہ بگڑ کر بولا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا... میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ..."

"سب جانتا ہوں میں... حد ہے... تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ یوں میری بے عزتی کرو... خدا کا خوف ہے بھی کہ نہیں... مجھے چشمہ چور کہہ دیا۔" وہ باقاعدہ لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر بولا۔ بریرہ شدید پشیمان ہوگئی اس کی آنکھیں جھلملا گئیں۔ احتشام یکدم چپ ہوگیا۔ وہ بنا کچھ کہے پلٹ گئی اور احتشام نے اسے روکا بھی نہیں اور وہ پوری رات اس نے بریرہ کے بارے میں سوچتے ہوئے گزاری تھی۔ وہ پوری رات سو نہیں پایا تھا۔ اس کی بھیگی آنکھیں، گھبرایا لہجہ اس پر اثر کرچکا تھا۔ وہ تو بس اس سے بات کرنے کے چکر میں بولتا چلا گیا۔ اس کا تیز لہجہ بریرہ کو برا لگ سکتا ہے۔ یہ اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

"میں کل صبح ہی اس سے سوری کرلوں گا۔" اس نے خود کو اطمینان دلایا۔ اگلی صبح بریرہ غیر حاضر ہوگئی۔ وہ پورا دن بے چینی سے اس کا منتظر رہا۔ اسے اپنے سامنے دیکھنے کی خواہش نے اس شدت سے اس پر حملہ کیا تھا کہ وہ حیران ہوگیا۔ نہ تو اس نے کوئی کلاس لی اور نہ ہی عادت کے مطابق کینٹین کا چکر لگایا۔ اس کی غیر حاضری بہت بری طرح کھل رہی

تھی۔ وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا اور یہ خواہش شدید ترین تھی۔ وہ بنا سوچے اس کی دوست کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے بریرہ کے گھر کا ایڈریس مانگا اور وجہ یہی کہ اسے گلاسز واپس کرنے ہیں۔ اس نے اسے ایڈریس تھما دیا۔ اگلے ایک گھنٹے میں وہ ان کے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا اس کی مما سے بات کر رہا تھا۔ نگاہیں بے چینی سے یہاں وہاں اسے تلاش کر رہی تھیں۔ وہ اپنا تعارف کروا چکا تھا اور اپنے آنے کی وجہ بھی بتا دی تھی۔

"تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ شکر ہے کہ بریرہ نے بھی کوئی دوست بنایا۔" وہ ان کی آواز پر چونکا۔ وہ اس کی مما کی ڈریسنگ دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ ان کی پوری فیملی میں بس بریرہ ہی عجوبہ ہے۔ وہ آزاد خیال گھرانے کی لڑکی تھی مگر اس کے کسی انداز سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ اس کا نہ صرف مضبوط فیملی بیک گراؤنڈ ہے بلکہ گھر کے افراد کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ کچھ ہی دیر بعد اسے بریرہ دکھائی دی۔ وہ یقیناً" اس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔ وہی ڈھیلے ڈھالے بدرنگ کپڑے، دوپٹا سر کے بجائے کندھوں پر پھیلا تھا اور بال بھی کھلے ہوئے تھے۔ اس پر نگاہ پڑی اور وہ بس ساکت سا رہ گیا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے نہ جانے کتنی صدیوں بعد وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

"بریرہ۔" اس کی بے خود پکار پر وہ چونک کر پلٹی اور اسے دیکھ کر وہ جیسے حیران ہی رہ گئی۔

"آپ۔" وہ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ احتشام اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔

"بریرہ، تم نے مجھے بتایا بھی نہیں کہ یونیورسٹی میں تم نے دوست بھی بنا لیے۔ یقین مانو مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔" وہ حقیقتاً" بے حد خوش لگ رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ بریرہ کی مما نے کچھ دیر اور اسے کمپنی دی پھر وہ معذرت کرتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آپ یہاں میرے گھر؟" ان کے جاتے ہی اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"میں ـــــ سوری کرنے آیا ہوں۔" وہ اس کے ناگوار لہجے پر فوراً" سنجیدہ ہو کر بولا۔

"کل تمہارے جانے کے بعد مجھے وہ گلاسز وہاں رکھے دکھائی دیے تھے۔ میں نے اٹھا لیے۔ مجھے معلوم تھا کہ تم میرے پاس آؤ گی۔ میں نے تو بس اتنا سوچا تھا کہ تم سے ذرا شرارت کرکے تمہیں تمہاری امانت واپس لوٹا دوں گا۔ مگر کل تمہیں میرا مذاق بے حد ناگوار گزرا اور مجھے شرمندگی ہوتی رہی۔ یہ شرمندگی اتنی شدید تھی کہ میں رات بھر سو نہیں پایا۔" اس کے آخری جملے پر بریرہ نے سر اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھیں واقعی سوجی ہوئی اور سرخ ہو رہی تھیں۔ لہجے میں سچائی کی خوشبو تھی مگر وہ تو قسم کھا چکی تھی کہ اسے مردوزات کی کسی بات پر یقین نہیں کرنا۔

"آئی ایم سوری کہ میں نے تمہیں ہرٹ کیا۔" اس کے لہجے میں شرمندگی تھی۔ وہ خاموش رہی۔ اس نے اپنی جینز کی پاکٹ سے اس کے بھدے چشمے نکال کر اسے تھمائے۔

"اب میں چلتا ہوں۔" وہ یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ بیٹھیے۔ روزینہ چائے لاتی ہوگی۔" وہ آداب میزبانی نبھانے کو بولی تھی۔ مگر وہ تو جیسے اس دعوت کا منتظر تھا فوراً" بیٹھ گیا۔

☼ ☼ ☼

ان دونوں کے درمیان تعلقات خوشگوار تو نہیں ہوئے تھے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا تھا کہ آتے جاتے اگر وہ اسے دیکھ لیتی تو سلام دعا کرکے خیریت دریافت کر لیتی۔ وہ اسی میں خوش ہو گیا تھا۔ دھیرے دھیرے اسے یہ احساس ہونے لگا کہ یہ معمولی سی لڑکی اس کے لیے بہت خاص ہو گئی ہے۔ نگاہیں ہمہ وقت اسی کو ڈھونڈتی، کان بس اس کی آواز سننے کو بے تاب ہوتے۔ اس کی رات بریرہ کے خیالوں میں گزرتی۔ اب جب سے اسے یہ ادراک ہوا تھا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے اپنی محبت سینے میں چھپا کر رکھنا

اسے بے حد مشکل لگنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس میں انٹرسٹڈ نہیں مگر وہ اسے اتنا گرا ہوا سمجھتی ہے اسے یہ بات اس روز معلوم ہوئی جب اس نے بریرہ سے اظہار محبت کیا۔

اس دن موسم بے حد خوشگوار تھا یا اسی کو خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔ وہ یونیورسٹی پہنچا تو اسے بریرہ کو ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہ آئی۔ وہ لائبریری سے ملحق لان میں براجمان تھی۔ وہ تیر کی طرح اس کی طرف لپکا تھا۔

"ہیلو بریرہ کیسی ہو؟" وہ بے حد خوشگوار موڈ میں اس سے مخاطب ہوا۔ اس نے سر اٹھا کر احتشام کو دیکھا جو معمول سے ذرا ہٹ کر تیار ہوا تھا اور کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ سنائیں؟" وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب بند کرتے ہوئے بولی۔ احتشام اب سامنے بیٹھ چکا تھا۔ اپنی خیریت بتا کر وہ چپ ہو گیا۔ بریرہ اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔

"بریرہ میں تم سے ضروری بات کہنے آیا ہوں۔" سنجیدہ لہجے پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ بے حد پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بریرہ آئی ــــ آئی لو یو ــــ مجھے تم سے بے حد محبت ہو گئی ہے اور مجھے لگتا ہے کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس نے بے حد صاف لہجے میں اس سے اظہار کر ڈالا۔ بریرہ حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں مگر مجھے امید ہے کہ تم بھی میری محبت میں مبتلا ہو جاؤ گی۔ وہ دن دور نہیں جب تم بھی میرے بنا اپنی زندگی ادھوری تصور کرو گی۔" احتشام کے الفاظ اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے۔ وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔

"تم بھی تو کچھ بولو۔" وہ اس کی مسلسل خاموشی اور سفید پڑتے رنگ کو دیکھ کر پریشان ہو کر بولا۔

"مسٹر احتشام مجھے آپ سے محبت نہیں یہ بات آپ جانتے ہیں۔ مجھے آپ اور آپ جیسے ہر مرد سے نفرت ہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں معمولی شکل و صورت کی لڑکی آپ کے اظہار محبت کے بعد خود کو خوش قسمت تصور کرنے لگوں گی۔ آپ کو کیا لگتا تھا کہ آپ جو مجھ سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈا کرتے تھے۔ ان تمام رویوں سے میں اندر ہی اندر اتراتی تھی، خوش ہوتی تھی کہ آپ جیسا ہینڈسم لڑکا میری طرف متوجہ ہے۔ لعنت ہے آپ پر اور آپ کی سوچ پر۔ آپ یہ سوچ کر میری طرف بڑھے کہ مجھے کسی نے لفٹ نہ کرائی ہوگی تو آپ کے اظہار محبت کے بعد میں آپ کی طرف دوڑی چلی آؤں گی۔ آپ اپنی ڈگڈگی پر مجھے نچاتے رہیں گے تو آپ ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ نہ تو مجھے کسی کا حسن متاثر کرتا ہے، نہ پیسہ اور نہ ہی ذہانت اب ایک نیک کام کیجیے کہ یہ الفاظ کسی اور لڑکی کی جھولی میں ڈال کر اپنے وقت کو رنگین بنائیں اور مجھے بخش دیجیے۔" اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر کہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا بریرہ تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ تین دن سے یونیورسٹی سے غائب تھی۔ اس کی آنکھیں جیسے انتظار سے جل اٹھی تھیں۔ اب تو وہ اس کے گھر جا سکتا تھا اور نہ ہی اس سے کسی طرح کانٹیکٹ کر سکتا تھا کیونکہ ان کی آخری ملاقات بے حد تلخ تھی۔ وہ اسے بہت برا سمجھتی تھی۔ اس کی کسی پیش رفت پر وہ مزید بھڑک سکتی تھی۔ ناراض ہو سکتی تھی۔ جبکہ وہ اپنے بے چین دل کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔

اس کا دل یونیورسٹی میں لگا نہیں تو گھر آ گیا۔ اپنے کمرے میں وہ سر پکڑے بیٹھا تھا۔ وہ ایسا کیا کرے کہ بریرہ کو اس کی محبت پر یقین آ جائے۔ وہ اس کی محبت قبول کر لے۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ شل ہو گیا اور بیڈ پر گر گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور بند پلکوں کے پار ایک بے حد خاص لڑکی۔

"احتشام۔" مما اس کے قریب بیٹھی تھیں۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیسے ہو؟" وہ اس سے پوچھنے لگیں۔ اختشام نے ان کی گود میں سر رکھ لیا۔ اس کا جی چاہا کہہ دے کہ وہ ٹھیک نہیں۔ جب تک بریرہ اس کی زندگی میں شامل نہیں ہو جاتی، مگر ٹھیک ہوں کہہ کر خاموش ہو گیا۔ وہ دھیرے دھیرے اس کے بال سہلانے لگیں۔

"اختشام میں تمہاری ماں ہوں نا اور دوست بھی۔" وہ تمہید باندھنے لگیں۔

"مجھے بتاؤ آخر وہ کیا بات ہے جو تمہیں اتنا بے چین کیے ہوئے ہے۔ کیوں اتنے اداس اور اتنے پریشان ہو۔" وہ پوچھ رہی تھیں اور وہ تو جیسے ان کے لمس سے ہی پگھل گیا تھا۔ اس نے تو سوچا تھا کہ وہ کسی کو خبر بھی نہیں ہونے دے گا کہ وہ ایک سنگدل کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہے۔ مگر اپنی ماں کے سامنے وہ جیسے کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولتا چلا گیا۔ وہ خاموشی سے سنتی رہیں۔

"ممّا میں اس سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ مگر وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ مجھ سے اس کی یہ نفرت برداشت نہیں ہوتی۔ اس کا روکھا رویہ مجھے بہت درد دیتا ہے۔" وہ ان کی گود میں چہرہ چھپا گیا۔ وہ چپ چاپ اس کا سر سہلانے لگیں۔ کچھ ہی دیر میں انہیں اندازہ ہوا کہ وہ سو گیا ہے۔ بے اختیار ہی مسکراہٹ نے ان کے لبوں کو چھوا تھا۔ ماں کی گود کا سکون اسے اپنی آغوش میں لے چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ ان سے اظہار تو کر چکا تھا اب ان سے چھپتا پھر رہا تھا۔ مگر ایک گھر میں رہتے ہوئے کب تک ان کا سامنا نہ ہوتا۔

"اختشام میں سوچ رہی ہوں کہ بریرہ کو دیکھنے اس کے گھر چلیں۔ تم کیا کہتے ہو۔" وہ انہیں جیسے ہی دکھائی دیا۔ انہوں نے اس سے پہلی بات یہی کی وہ حیران ہو گیا۔ اس کی ممّا حسن پرست خاتون تھیں اور فیشن کی دلدادہ۔ بریرہ انہیں پسند نہیں آئے گی اسے معلوم تھا۔ وہ خاموش رہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم کیا سوچ رہے ہو یہی نا کہ بریرہ مجھے پسند نہیں آئے گی۔ تم ہینڈسم ہو پڑھے لکھے ہو، تمہیں ایک سے ایک حسین لڑکی مل سکتی ہے مگر ان لڑکیوں کا حسن بریرہ کی شرافت اور سادگی کے سامنے ماند پڑ جائے گا۔ اگر مجھے چوائس دی جائے کہ حسن یا کردار میں سے ایک منتخب کرو تو میں کردار کو چنوں گی تو پھر تمہارے معاملے میں، میں صرف خوب صورتی کو اہمیت کیسے دے سکتی ہوں اور سب سے اہم بات کہ وہ تمہیں پسند ہے۔ سو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم بریرہ سے پوچھ لو ہو سکتا ہے یہ سن کر کہ تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو اور اظہار محبت کا مقصد وقت گزاری نہیں تھا تو اس کے رویے میں کچھ نرمی آ جائے اور وہ اس معاملے میں اپنی فیملی کو انوالو کرے۔" وہ تفصیل سے بولیں۔ اختشام کا جی چاہا کہ وہ ان کے گلے لگ جائے اور اس نے ایسا ہی کیا۔

اگلے روز وہ اسے یونیورسٹی میں دکھائی دے گئی۔ بریرہ کا شمار ریگولر اسٹوڈنٹس میں ہوتا تھا۔ اس نے آج سے پہلے شاید ہی چھٹی کی ہو۔ اسی لیے اس کی بنا اطلاع کے طویل غیر حاضری پر سب ہی حیران اور پریشان تھے اور اب اسے دیکھ کر ہر ایک اس سے وجہ دریافت کر رہا تھا۔ وہ مضمحل اور بیمار لگ رہی تھی اختشام اسے دور سے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ اسے لائبریری جاتی دکھائی دی تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے وہیں آ گیا۔ بریرہ نے اسے دیکھ کر کوئی ریسپانس نہ دیا۔

"بریرہ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ جواب دیے بنا وہاں سے جانے لگی۔

"بریرہ پلیز رکو..... میں تم سے بات کیے بغیر ٹلنے والا نہیں۔ تمہیں ہر صورت میری بات سننی پڑے گی۔" وہ ذرا سخت لہجے میں بولا۔

"اگر میں ایسا نہ کروں تو کیا آپ یہاں ڈرامہ کری ایٹ کریں گے۔" وہ بے حد اطمینان سے سینے پر ہاتھ باندھ کر مخاطب ہوئی۔ وہ اس کی سوچ پر حق دق رہ گیا۔

"بریرہ۔" اس کے لہجے میں کچھ تو تھا کہ وہ نگاہیں جھکا گئی۔

"آخر میں نے ایسا کون سا گناہ کر دیا ہے کہ تم..... میں نے کیا کیا ہے؟ تم سے محبت کی ہے تو کیا یہ اتنی بڑی غلطی ہے؟ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کون سی ناجائز بات کہہ دی۔ میں نے کب کہا کہ مجھے تمہیں گرل فرینڈ بنانا ہے یا لو افیئر چلانا ہے۔ مجھے غلط سمجھتی ہو اور برملا اس کا اظہار بھی کر ڈالتی ہو۔ یہ سوچے بغیر کہ مجھے تمہارا رویہ کتنی تکلیف دیتا ہے۔" وہ دھیمے مگر دکھ بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔ بریرہ چپ چاپ سنتی رہی۔

"مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تمہارے بنا اپنی زندگی نہیں گزار سکتا اور اسی لیے چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر لوں۔ میں اپنے گھر والوں سے بات کر چکا ہوں۔ انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ اب تم بتاؤ کہ میں کب تمہارے گھر رشتہ بھیجوں؟" اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے وہ بولتا چلا گیا۔ بریرہ نے بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ امید لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے محبت نہیں۔ میں آپ کے بغیر بہت اچھی زندگی گزار رہی ہوں اور مجھے آپ کے ساتھ کی ضرورت نہیں، نہ ہی میں آپ کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی خواہشمند ہوں۔ اس لیے آپ اپنے پیرنٹس کو زحمت نہ دیں تو بہتر ہوگا۔" جتنے اطمینان سے وہ بول سکتی تھی بول کر چلی گئی۔ وہ غم و غصے کی حالت میں وہیں کھڑا رہ گیا۔

وہ اپنے انکار کی وجہ بھی بتانے پر رضامند نہیں تھی۔ اختشام کا جی چاہا اسے جھنجھوڑ کر پوچھے کہ وہ اتنی پتھر دل کیوں ہے؟ وہ کیوں اس کے ساتھ یہ سب کر رہی ہے؟ وہ خود پر قابو پاتا وہاں سے نکل آیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ بریرہ کو ہی اپنائے گا۔

وہ یونیورسٹی سے سیدھا گھر آیا اور اتفاق سے ممّا بھی گھر پر موجود تھیں۔ وہ تو بریرہ کے گھر جانے کی خواہش لیے بیٹھی تھیں۔ اس کے کہنے پر وہ سوچ میں پڑ گئیں۔ بنا اطلاع اور بغیر اجازت کے وہ ان کے گھر کیسے جا سکتے تھے۔ اختشام انہیں حقیقت بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ اگر وہ اس کی اور بریرہ کی حالیہ گفتگو جان لیتیں تو کبھی ان کے گھر نہ جاتیں۔ اختشام نے جلدی جلدی کا شور مچا کر انہیں بڑبڑا کر رکھ دیا۔

بریرہ اسے انکار کر چکی تھی۔ رشتہ لے جانے کے بعد بھی اس کی طرف سے انکار لازمی تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات موجود تھی۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی اس کی ممّا کو پسند آ چکا ہے۔ یہ بات وہ جانتا تھا اور اسے یقین تھا کہ اس کی سچائی ضرور ان پر اثر کرے گی اور وہ بریرہ کو مجبور کریں گی اور ایک بار بریرہ اس کے نام ہو گئی تو اسے یقین تھا کہ وہ اس کے دل میں اپنی محبت روشن کر دے گا۔ اس سوچ نے اسے اطمینان دلایا تھا۔

وہ جب ان کے گھر پہنچے تو کھانے کی خوشبو چاروں طرف پھیلی تھی۔ ممّا مزید شرمندہ ہو گئیں مگر وہ بے حد مطمئن لگ رہا تھا۔ بریرہ کی ممّا انہیں اچانک دیکھ کر نہ صرف حیران ہوئیں، بلکہ خوش بھی۔ اختشام انہیں بہت اچھا لگا تھا۔ رہی اس کی ممّا کی بات تو دونوں خواتین چونکہ ایک جیسے شوق رکھتی تھیں تو فوراً ہی گھل مل گئیں۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ مطلب پر آ گئیں۔

"ہم یہاں خاص مقصد کے لیے آئے ہیں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ بریرہ کی والدہ کو کچھ اندازہ تو ہو ہی چکا تھا۔

"اختشام کو آپ کی بریرہ بے حد پسند آئی اور اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا خواہشمند ہے۔ میں بریرہ کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور اسی وقت بریرہ تھکے ہارے انداز میں داخل ہوئی تھی۔

"آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ بریرہ کو بھی سمجھائیں ہمیں جواب ہاں میں چاہیے۔" ان کے آخری الفاظ اس کی سماعتوں میں اترے تھے۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

"بریرہ کو کیا سمجھائیں؟" وہ حیران سی بولتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔ اختشام پر نگاہ پڑتے ہی وہ پوری بات سمجھ گئی مگر اخلاق نبھانا ضروری تھا۔ سو طریقے سے سلام کر کے خیریت دریافت کر لی۔ حالانکہ دل چاہ رہا تھا

کہ وہ کھڑے کھڑے اسے بے عزت کر دے۔

"احتشام اور ان کی مما آپ کا رشتہ لے کر آئی ہیں۔" مما نے ان کے آنے کی وجہ بتائی۔

"میرا رشتہ..... مگر میرا تو نکاح ہو چکا ہے۔" وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ اس کے لہجے میں بے حد اطمینان تھا۔ احتشام تو احتشام، بریرہ کی مما بھی اپنی جگہ سے اچھل کر رہ گئیں۔

"کیا بکواس کر رہی ہو بریرہ۔" غصے اور حیرت سے ان کی آواز پھٹنے کے قریب ہو گئی تھی۔ احتشام کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔

"مما میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آج سے چار سال پہلے ابا نے میرا اور میرے پھوپھی زاد زبیر کا نکاح کروایا تھا۔ مجھے نہیں معلوم انہوں نے آپ کو اتنی بڑی حقیقت سے کیوں بے خبر رکھا۔ اگر آپ کو یہ لگتا ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں تو میں نکاح نامہ بھی دکھا سکتی ہوں اور تصاویر بھی۔" وہ یوں بول رہی تھی جیسے کوئی بے حد معمولی بات کر رہی ہو۔ اس کی مما سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ احتشام اور اس کی مما چپ چاپ وہاں سے اٹھ گئے۔ احتشام کے شکستہ قدموں کو دیکھ کر نہ جانے کیوں بریرہ کو دلی سکون محسوس ہوا۔

☼ ☼ ☼

وہ گھر آکر کمرے میں بند ہو چکا تھا۔ جبکہ مما شدید غصے میں تھیں۔ انہیں بریرہ کی یہ حرکت سخت طیش میں مبتلا کر چکی تھی۔ شام میں انہوں نے پوری بات عزیز صاحب کے بھی گوش گزار کر دی۔ وہ خاموشی سے سنتے رہے۔

"مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ وہ لڑکی شادی شدہ ہے اور یہ بات اس کی ماں کو بھی معلوم نہیں۔ احتشام کے سامنے تو اس نے اپنے آپ کو بے حد نیک اور پاکیزہ ظاہر کر رکھا تھا اور حقیقت میں..... ہونہہ..... " انہوں نے عزیز صاحب کی موجودگی کے باعث بہت سے نازیبا الفاظ کو اپنے لبوں پر ہی روک لیا تھا مگر اس کے باوجود وہ غصے میں آگئے۔

"بیگم صاحبہ دوسروں کی بیٹیوں کو کچھ بھی کہنے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیں کہ آپ کی بھی ایک بیٹی ہے۔ رہی بات بریرہ کی تو تمہاری پوری گفتگو سے مجھے یہی لگا ہے کہ وہ واقعی اچھی لڑکی ہے۔ دوسری بات یہ کہ یقیناً" بریرہ کی ماں اور ان کے شوہر کے درمیان اختلافات رہے ہوں گے اسی لیے بریرہ کا نکاح انہوں نے نہ صرف اپنی مرضی سے کروایا بلکہ اس بارے میں انہیں اطلاع تک نہ دی اور یقیناً" انہوں نے بریرہ کو بھی خاموش رہنے کو کہا ہو گا اور وہ اسی لیے احتشام کے جھکاؤ کو دیکھنے کے باوجود اسے انکار تو کرتی رہی مگر حقیقت نہ بتا سکی اور جب آپ لوگ ان کے گھر پہنچ گئے تو اسے مجبوراً" ساری بات بتانی پڑی ہو گی۔" وہ نرمی سے بول رہے تھے۔ ان کی ہر بات جیسے مسز عزیز کے دل کو لگی وہ چپ ہو گئیں۔

"اب احتشام کا کیا، کیا جائے؟ اس کی تو بہت بری حالت ہو گئی تھی اور جب سے وہاں سے واپس آیا ہے اس نے خود کو کمرے میں بند کر رکھا ہے۔" وہ پریشانی سے بولیں۔

"چوٹ لگی ہے ابھی تکلیف میں ہے وہ جذباتی بھی ہو رہا ہو گا مگر آہستہ آہستہ اسے سمجھ آجائے گا کہ بریرہ اس کے لیے نہیں بنی۔ پھر خود ہی سنبھل جائے گا۔ اسے وقت درکار ہے، اسے وقت دو..... وہ سنبھل جائے تب اس کی شادی کر دیں گے۔ شادی کے بعد بریرہ کون تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہے گا۔" وہ انہیں تسلی دینے کو بولے۔ دونوں چپ چاپ اپنی سوچوں میں گم ہو گئے۔

☼ ☼ ☼

بریرہ کا نام کسی اور کے نام سے جڑا ہے۔ یہ خبر بجلی بن کر اس پر گری تھی۔ وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ بے چینی اس کے وجود کے ایک حصے کو تکلیف میں مبتلا کر دیتی۔ وہ اس کے وجود میں لہو بن کر دوڑنے لگی تھی اب اسے پانے کی امید کھو چکا تھا۔ اس نے خود پر پہرے بٹھا دیے تھے۔ بریرہ کو دیکھ کر وہ رخ ہی موڑ

لیتا اور ایسا کرتے بے شمار اذیتیں اس کی روح کو گھائل کر دیتیں۔ بظاہر وہ اس سے الگ ہو چکا تھا۔ مگر یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بریرہ کے لیے اس کی محبت میں بس اضافہ ہی ہوا ہے۔ مگر اب اس محبت کو اپنے دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر رکھنا ہے، یہ اس نے سوچ لیا تھا۔

حتیٰ کہ اس روز کے بعد اس نے گھر میں بھی اس بات کو دوبارہ ڈسکس کیا تھا اور نہ ہی اپنی مما کو یہ بات ڈسکس کرنے دی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنے بستر پر لیٹی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ جب زونی بے حد غصے میں آئی۔ زونی کے تیور دیکھ کر وہ کچھ گھبرا سی گئی۔ جلدی سے کتاب بند کی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"آؤ زونی، بیٹھو۔" اس نے چشمہ اتارتے ہوئے کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ انہیں سائیڈ ٹیبل پر رکھتی زونی نے لمحے میں اس کے ہاتھ سے چشمہ جھپٹ لیا اور زور سے دیوار سے دے مارا۔ وہ ہکا بکا اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے خود کو آخر سمجھ کیا رکھا ہے؟" وہ چلا کر بولی تھی۔ بریرہ حیرانی اور صدمے کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی۔ زونی کا اتنا شدید رویہ..... وہ سمجھنے سے قاصر ہو گئی۔

"آخر ہوا کیا ہے؟ تم اتنے غصے میں کیوں ہو؟" وہ کچھ دیر بعد بولنے کے قابل ہوئی جبکہ زونی اب تک کھڑی تھی اور بے حد غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پلیز زونی، بتاؤ کہ آخر ہوا کیا ہے؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"احتشام اپنی مما کو لے کر آیا تھا اور تم نے..... " اس نے آدھی بات ادھوری چھوڑ دی۔ بریرہ نے تیزی سے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا۔

"ہم آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں نا، پلیز تم بیٹھو۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ زونی کے تیور خطرناک تھے اور بریرہ بے حد پریشان۔

"میری ایک بات تو تم کان کھول کر سن لو بریرہ، میں تمہیں بے وقوفیوں پر بے وقوفیاں کرنے نہیں دوں گی۔ میں ساری حقیقت مما کو بتا دوں گی۔" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم کبھی بھی ممی کو کچھ نہیں بتاؤ گی۔" جواباً" وہ بھی بگڑے لہجے میں بولی۔

"ہاں کیا تھا وعدہ مگر ساتھ ہی ساتھ ایک شرط بھی رکھی تھی اور تب تم نے مجھ سے بھی یہ وعدہ کیا تھا کہ..... "

"میں نے وعدہ نہیں توڑا۔"

"تم وعدہ توڑ چکی ہو بریرہ۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ احتشام اول روز سے ہی مجھ پر نظریں فوکس کیے ہوئے تھا اور وہ..... "

"تم کب مثبت طریقے سے سوچنا شروع کرو گی، ہاں..... تمہیں تمام مرد زبیر جیسے کیوں لگتے ہیں۔" وہ بے حد غصے میں تھی۔ بریرہ تھک کر بیٹھ گئی اور اپنا سر جھکا لیا وہ رو رہی تھی۔ زونی ٹھنڈی سانس بھر کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"تم آگے کیوں نہیں بڑھتیں؟ کیوں اپنے آپ کو وہیں اسی ایک لمحے میں قید کیے ہوئے ہو۔ جو ہونا تھا ہو چکا آگے بڑھو، اس خوف سے خود کو آزاد کرو۔" اب وہ اسے پھر سے نرمی اور محبت سے سمجھا رہی تھی۔

"تمہاری اس خاموشی کو میں کیا سمجھوں؟" زونی بے حد سنجیدہ تھی۔ بریرہ نے ایک نگاہ اسے دیکھا۔

"اگر تم ممی کو ساری حقیقت بتانا چاہتی ہو تو بتا دو مگر پھر مجھ سے کوئی گلہ مت کرنا۔" اس نے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری اس بات کا میں کیا مطلب سمجھوں۔"

"میں یہ گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"کہاں جاؤ گی؟ زبیر کے گھر؟" اس کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی طنز در آیا۔

"میں جہاں بھی جاؤں یہ تمہارا سر درد نہیں۔" وہ بے رخی سے بولی۔

"تم چاہے جو بھی دھمکی دو بریرہ لیکن اب میں سوچ چکی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ بریرہ نے غصیلی نظروں سے دیکھا۔

"مس زونیو کچھ بھی کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تمہاری کسی بھی حرکت کے بعد میرا رویہ تمہاری برداشت کے قابل ہوگا کہ نہیں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے ہی نکل گئی جبکہ زونیو اس کے بیڈ پر ڈھیر ہوگئی۔ اس کا دماغ بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ وہ جو کچھ سوچ رہی تھی کرنا بے حد مشکل اور خطرناک تھا مگر بریرہ کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

وقت کا کام گزرنا ہے وہ ہر حالت میں گزرتا ہے۔ مگر ہماری زندگی کی موجودہ حالتیں ہمیں وقت کی تیزی یا سست رفتاری کا احساس دلاتی ہیں۔ اس کی زندگی بھی گزر رہی تھی۔ اسے یہی لگتا تھا کہ خوشیوں کی عمر کم ہوتی ہے۔ بریرہ نے اپنی زندگی اپنے بابا کے سنگ گزاری۔ بچپن' لڑکپن اور پھر جوانی کے دنوں میں بھی ماں کی محبت نہیں ملی اور اسے کبھی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ اس کے بابا اس سے پوری کائنات سے بھی کہیں زیادہ محبت کرتے تھے اور وہ ان کی محبت سے ہی مطمئن تھی۔ ارمان صاحب کی موجودگی میں اسے کبھی بھی کسی رشتے یا کسی دوست کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ وہ اس کا سب کچھ تھے اور وہ ان کا سب کچھ تھی۔

اس کی مما ایک پڑھی لکھی اور ماڈرن گھرانے کی خاتون تھیں۔ ان کا تعلق ہائی سوسائٹی سے تھا۔ اس کے بابا بھی کوئی معمولی آدمی نہیں تھے مگر ان کا خاندان دین دار تھا۔ دونوں نے محبت کی اور پھر شادی بھی کرلی۔ ارمان صاحب کو ان کے حلیے' ان کے بے نقاب آنے جانے پر اعتراض نہ تھا۔ مگر ان کی فیملی کو ضرور تھا اور اسی وجہ سے جھگڑے شروع ہوگئے۔ ان کے خاندان کے لوگ خوب باتیں بناتے۔ ارمان صاحب کو بیٹیاں بھی پڑھائیں مگر وہ چاہتے تھے کہ ان کے شریک حیات اپنی مرضی سے مذہب پر عمل کریں۔ مذہب میں جبر نہیں' وہ نہ صرف اس بات کو مانتے تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے۔

پہلی بیٹی زونیو پیدا ہوئی وہ ہو بہو ماں جیسی تھی۔ بڑی بڑی آنکھیں' لمبی ناک' گلابی ہونٹ' چمکتی گندمی رنگت' پہلی بیٹی کی پیدائش سے ان کے درمیان گھریلو جھگڑوں کے باعث جو ہلکی پھلکی ناچاقی تھی وہ بھی ختم ہوگئی مگر ارمان صاحب کی بہن مائدہ کو بے وجہ ہی اپنی بھاوج سے چڑ تھی۔ وہ جان بوجھ کے اپنے لفظوں' جملوں سے آگ لگاتیں۔ زونیو کی پیدائش کے بعد انہیں ایک مضبوط جواز مل گیا۔ اب وہ اٹھتے بیٹھتے یہی بات کہتیں کہ جو عورت خود بے پردہ اور شتر بے مہار گھومتی ہے وہ اپنی اولاد کی کیا خاک تربیت کرے گی اور اسی طرح کے بہت سے جملے ان کے منہ سے ادا ہوتے رہتے۔ مائدہ خود بھی کوئی بے حد سخت پردہ نہیں کرتی تھیں۔ ثروت بھی چادر لینے پر راضی ہونے لگی تھیں۔ ارمان صاحب سے انہیں محبت تھی اور وہ ان کی یہ بات ماننا چاہتی تھیں مگر جب ان کی اس طرح کی باتوں کے جواب میں وہ خاموش رہتے تو وہ غصے اور ضد میں آجاتیں۔ ان کا ضدی رویہ ارمان صاحب کو بھی طیش میں مبتلا کردیتا۔

دوسری بیٹی بریرہ کی پیدائش ہوئی تب تک ضد اور انا کے باعث ان کے درمیان تعلقات کافی خراب ہوچکے تھے۔ بریرہ سانولی سی' بڑی بڑی آنکھوں والی پیاری سی بچی تھی۔ زونیو اگر ماں جیسی تھی تو بریرہ اپنے باپ کا پرتو تھی۔ پیدائش کے بعد بیمار ہونے کے باعث وہ کمزور ہوتی چلی گئی اور رنگت مزید سنولا گئی۔ وہ ان دونوں میں ذرا بھی فرق نہ رکھتی تھیں مگر مائدہ کو یہ لگتا کہ وہ اپنی گوری چٹی بیٹی کو زیادہ پیار کرتی ہیں۔ ایک دو بہت ہی بے ضرر واقعات جن میں انہوں نے بے تحاشا روتی زونیو کو پہلے کھانا کھلا دیا تھا اور بریرہ کو اس کے بعد۔ انہی باتوں کو بڑھا چڑھا کر انہوں نے ارمان صاحب کے خوب کان بھرے۔ وہ ان سے پہلے ہی بدظن تھے مائدہ کی مسلسل برین واشنگ نے انہیں

مزید متنفر کردیا اور جب انہوں نے اس بات کو ایشو بنا کر دل کی ساری بھڑاس نکالی' ان پر خوب برسے تو وہ چپ چاپ دونوں بچیوں کو لے کر گھر سے جانے لگیں مگر ارمان صاحب نے بریرہ کو ان سے چھین لیا یہ کہہ کر وہ اپنی دونوں بچیوں میں فرق رکھیں گی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا چلا گیا۔ وہ کانوں کے کچے تھے۔ غلطی دونوں کی تھی مگر معاملہ بگاڑنے میں سارا ہاتھ ان کا اپنا تھا اور پھر مائدہ جو بھابی کی موجودگی میں تو خوب ہی پیار جتایا کرتی تھیں اب بریرہ کے وجود سے بے زار دکھائی دیتیں۔ ان کی تمام تر توجہ زبیر پر ہوتی۔ وہ کوئی بے وقوف تو تھے نہیں' ان کی مصنوعی محبت کا ادراک انہیں جلد ہوگیا اور انہی دنوں مائدہ کے شوہر بھی بیرون ملک سے واپس آگئے۔ تو وہ ان کے ہمراہ اپنے گھر چلی گئیں۔ اب صحیح معنوں میں انہیں احساس ہوا تھا کہ وہ کیا غلطی کرچکے ہیں۔ صلح صفائی کی کوشش کی' مگر ثروت نے طلاق مانگ لی اور ارمان صاحب نے بھی ہمیشہ کی طرح انہیں منانے یا روکنے کی بجائے ان کی بات مان لی۔

بریرہ بڑی ہوتی جارہی تھی۔ کمزور نظر کے باعث بچپن سے ہی موٹے چشمے لگ گئے تھے۔ جو بچپن کے دور میں تو اس پر خوب جچتے تھے' مگر لڑکپن میں اسے بونگی لڑکی ظاہر کرتے۔ اس نے کبھی اپنا اسٹائل تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مائدہ اکثر اسے فون کرتیں اور اس کی مما کی بے ہودہ ڈریسنگ ہی ان کا پسندیدہ موضوع ہوتا۔ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ بھی اپنی ماں جیسی ہے۔ اس نے خود کو ہر شے سے دور کردیا۔ اس کے دل میں یہ خوف بس چکا تھا کہ اگر وہ بھی عام لڑکیوں کی طرح سجے سنورے گی۔ جدید انداز کے لباس پہنے گی تو اس کے پاپا بھی اسے خود سے دور کردیں گے۔ جس طرح سے مما کو اپنی زندگی سے نکالا تھا بالکل اسی طرح سے وہ اسے بھی اپنی زندگی سے نکال دیں گے۔ جبکہ ارمان صاحب کو تو وہ اس حلیے میں بھی اتنی ہی پیاری اور عزیز تھی۔ انہوں نے کبھی اس کی ڈریسنگ پر توجہ ہی نہیں دی۔ ان کے محلے کی درزن جیسے کپڑے سی کردیتی وہ پہن لیتی۔ یہ نہیں تھا کہ اس میں ڈریسنگ سینس نہ تھا' مگر وہی مائدہ کی باتوں نے اسے ہر فیشن حتی کہ سادہ سی فٹنگ والی قمیص تک پہننے سے باز رکھا تھا۔ ارمان صاحب کی طلاق کے محض تین سال بعد ہی مائدہ اپنی فیملی کے ہمراہ دوسرے شہر جا بسی تھیں۔ سال کے سال چکر لگاتیں زبیر بھی ان کے ہمراہ ہوتا۔ بریرہ کسی سے بھی گھلتی ملتی نہیں تھی۔ اپنی اکلوتی پھپھی کی طنزیہ باتوں کے خوف سے وہ خود کو کام میں الجھائے رکھتی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ میٹرک کے بعد فارغ تھی۔ مائدہ پھر سے اپنے شہر واپس آگئیں۔ زبیر بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس کا یہی ارادہ تھا کہ وہ کراچی یونیورسٹی میں داخلہ لے کر اپنا ماسٹرز مکمل کرلے اور رہائش ماموں کے گھر ہی تھی۔ وہ ان کی آمد سے بے سکون ہونے لگی۔ زبیر اسے خوب ہی گھور گھور کر دیکھتا ——— خوب صورت سا زبیر اسے ذرا بھی اچھا نہیں لگا۔ وہ اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا اور وہ اس سے اجتناب برتتی اور اس بار تو مائدہ نے بھی اپنا رویہ بہت تبدیل کرلیا تھا۔ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں' گھریلو کاموں میں مدد' ان کی آمد نے اسے دھیرے دھیرے ہی سہی اعتماد بخشا تھا۔ ان کا یہ رویہ اس پر بہت تیزی سے اثر کررہا تھا وہ خوش رہنے لگی۔

ارمان صاحب اس کے چہرے پر پھیلی خوشی دیکھ کر بے حد مطمئن ہوگئے تھے اور مائدہ نے جو مانگا تھا ان سے' ان کے حوالے کرنے میں وہ جس جھجک اور گھبراہٹ کا شکار تھے وہ بھی ختم ہوگئی۔ ان کی بیٹی شادی کے بعد خوش اور مطمئن رہے گی۔ اپنے خاندان میں ہی رہے گی۔ اس سوچ نے انہیں زبیر اور بریرہ کا نکاح کرنے پر اکسایا۔

☆ ☆ ☆

وہ ایک بار اس کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ انکار نہیں کرے گی اور یہی ہوا وہ چپ

چاپ سر جھکا گئی۔ بے حد سادگی سے نکاح کا فریضہ ادا کیا گیا اور پہلی بار اسے اپنی ماں یاد آئی تھی۔ جبکہ ارمان صاحب تو ہر ہر لحہ انہیں یاد کرتے تھے۔ نکاح کے بعد تو جیسے زبیر پھیل ہی گیا۔ بہانے بہانے سے اسے بلاتا' باتیں کرتا' وہ جھجکتی تھی' اسے یوں اس کا بلانا' رومانی باتیں کرنا اچھا محسوس نہیں ہوتا تھا۔ مگر آہستہ آہستہ وہ اسے اچھا لگنے لگا۔ وہ اسے ان کے رشتے کی اہمیت کا خوب ہی احساس دلاتا۔ وہ اس سے محبت کرتا ہے' اس کی نیک فطرت سے متاثر ہے اور اب وہ اس کی زندگی بن چکی ہے اور اسی طرح کے اور بہت سے جملے وہ موقع دیکھتے ہی اس کے کانوں میں انڈیلتا اور وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتی۔ حقیقت کیا ہے' اسے بہت بعد میں خبر ہوئی اور تب جیسے سب کچھ ختم ہو کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

زبیر کو آج کل کے ہر لڑکے کی طرح اسٹائلش' خوب صورت اور بااعتماد لڑکیاں پسند تھیں مگر ماں کے مجبور کرنے پر وہ بریرہ کو اپنانے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ اتنا بھی فرماں بردار بیٹا نہیں تھا کہ ایک معمولی سی لڑکی کو اپنانے کے لیے راضی ہو جائے۔ جبکہ ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی اس کے اشارے کی منتظر تھی۔ اس نے بہت سوچ سمجھ کر بریرہ کو اپنایا تھا۔ وہ اپنی ماں کی فطرت سے اچھی طرح آگاہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی اور لڑکی اس کی ماں کی بہو بنی تو گھر ہر وقت جنگ کا میدان بنا رہے گا اور گھر کا سکون برباد ہو جائے گا۔

اور بریرہ وہ تو تھی ہی اللہ ___ کی گائے' مائدہ سے دبتی بھی بہت تھی۔ صرف بریرہ ہی مائدہ کے لیے بہترین بہو ثابت ہوتی' مگر وہ اس کے لیے بہترین بیوی نہیں ہے یہ بھی اسے معلوم تھا اسے ماڈرن' بے باک لڑکیاں پسند تھیں اور وہ سوچ چکا تھا کہ وہ ایسی ہی لڑکی سے شادی کرے گا۔ اس کے پاس پیسہ' خوب صورتی اور شاطر دماغ موجود تھا۔

اسے ایسی عورت درکار تھی جو اسے گھر کا سکون بھی مہیا کرے اور اس کے ساتھ ہائی سوسائٹی میں بھی موو کر سکے اور ظاہر ہے ایسا ممکن نہیں تھا' اسی لیے وہ اپنی ماں کے لیے بریرہ کو منتخب کر چکا تھا اور اب اپنے لیے اسے تلاش تھی۔ مائدہ اس کی سوچ سے لاعلم تھیں۔ بہت سالوں بعد ہی سہی مائدہ کو بریرہ سے محبت محسوس ہونے لگی تھی مگر اب جو کچھ ان کا بیٹا سوچ چکا تھا۔ اس کی سوچ رشتوں میں دراڑ ڈالنے والی تھی۔

☼ ☼ ☼

پڑھائی مکمل ہو جانے کے بعد اسے نوکری بھی مل گئی۔ اس کی جاب دوسرے شہر میں تھی۔ مائدہ رخصتی کروانا چاہتی تھیں مگر اس نے مزید دو سال کا وقت لے لیا تاکہ بریرہ اپنی پڑھائی مکمل کر لے۔ پہلے پہل ہر روز اس کے فون آتے تھے پھر آہستہ آہستہ رابطہ میں کمی ہونے لگی۔ گزرے وقت میں وہ اس کے بے حد قریب آچکی تھی۔ اب بریرہ اسے پسند تھی۔ مگر اس پسند کو وہ پسند ہی رکھنے کا خواہشمند تھا۔ اس کی عادات تھیں ہی ایسی کہ کوئی بھی اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ لیکن وہ بریرہ جیسی لڑکی کو اپنے دوستوں میں متعارف کروا کر اپنا مذاق کیسے بنواتا؟ اس نے خود کو اس سے دور کرنا شروع کر دیا۔ اسے بس چند دن ہی لگے تھے۔ بریرہ کی کمی اسے پھر محسوس ہی نہ ہوئی۔

اب اس کی زندگی میں ثانیہ تھی۔ وہ بالکل ویسی تھی جیسی اسے خواہش تھی۔ وہ اسے اپنے نکاح کی جھوٹی سچی داستان سنا کے شادی کے لیے راضی کر چکا تھا۔ ثانیہ کی تسلی کے لیے اس نے بریرہ کی تصویر بھی اسے دکھا دی' تاکہ اس کے تمام خدشات سرے سے ختم ہو جائیں۔ تصویر دیکھنے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ زبیر کو زبردستی نکاح کے بندھن میں باندھا گیا ہو گا۔ مگر اس کی شرط تھی کہ وہ اسے طلاق دے اور وہ ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر اسے بریرہ کو طلاق ہی دینی ہوتی تو وہ اس سے نکاح ہی کیوں کرتا۔

حقیقت تو وہ اسے بتا نہیں سکتا تھا البتہ ثانیہ کی ضد کا حل بھی اس نے ڈھونڈ لیا۔ مزید ایک بہانہ جس میں کچھ حقیقت بھی تھی اور وہ یہ کہ اگر وہ بریرہ کو طلاق دے گا تو ثانیہ کو مائدہ کبھی قبول نہیں کریں گی۔ البتہ اگر وہ ثانیہ سے شادی کر لیتا ہے تو اسے قبول کر لیا جائے گا اور پھر آہستہ آہستہ بریرہ کو اپنی زندگی سے نکال دے گا۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور بریرہ کو آج ہی چھوڑ دے تو ان دونوں کی زندگی عذاب ہو جائے گی۔ مزید دو چار باتیں لگا کر وہ ثانیہ کو منا چکا تھا۔ وہ خود کوئی بے وقوف لڑکی تو تھی نہیں..... اپنا تمام نفع نقصان دیکھنے کے بعد اس نے زبیر کو منتخب کیا تھا اور اب اسے محض بریرہ کی وجہ سے چھوڑنا سراسر بے وقوفی لگتی تھی۔ بریرہ کا پتہ تو وہ آرام سے صاف کر سکتی تھی اور اس نے یہی کیا۔ اپنے اور زبیر کے ولیمہ کے محض پندرہ دن بعد اپنی اور اس کی تمام تصاویر بمعہ نکاح نامہ کی فوٹو کاپی کے بریرہ کے پتے پر ارسال کر دی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ تم مجھ سے سوال جواب کرو؟ شکر کرو کہ تمہارے نام کے ساتھ میرا نام لگ گیا ہے۔ ورنہ تم جیسی احمق اور بدشکل لڑکی کو کون پوچھتا؟ جسے نہ پہننے اوڑھنے کا پتا ہے اور نہ ہی یہ پتا کہ ہائی سوسائٹی میں کیسے موو کیا جاتا ہے۔ تم اور تم جیسی لڑکیاں آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکی ہیں۔ میری مما کو تم پر ترس آگیا تھا۔ بس اسی لیے میں نے ہاں کر دی اور تم۔۔۔ تم خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگیں۔

ثانیہ میری بیوی ہے' وہ میری محبت ہے' تمہارا اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں اور ہاں ایک بات یاد رکھنا اگر تم نے کسی کو حقیقت بتائی تو میں لمحے کا انتظار کیے بغیر تمہیں طلاق دے دوں گا اور پھر سوچ لو کہ کیا ہو گا۔ تمہارے پیارے ابا یہ صدمہ برداشت کر سکیں گے؟ اگر وہ یہ بات برداشت کر بھی لیں تو بتاؤ کون ہے جو تم جیسی لڑکی سے شادی کرے گا؟ کون تمہیں اپنائے گا؟ بہتری اسی میں ہے کہ اپنا منہ بند رکھو۔" وہ نہ جانے کیا کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ فون کان سے لگائے حق دق سن رہی تھی۔

پارسل اسی نے وصول کیا تھا۔ ارمان صاحب تو دیر سے گھر آتے تھے اور مائدہ سوئی ہوئی تھیں۔ پارسل کھولنے کے بعد سے اس کی حالت بہت بری تھی اور پھر اس نے کانپتی انگلیوں سے زبیر کا نمبر ملایا تھا۔ وہ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی کہ یہ تصاویر جھوٹی ہیں۔ کسی نے ان کے خلاف سازش کی ہے۔ مگر زبیر نے تو جیسے شکر ادا کر کے کڑوی سچائی اس کے منہ پر دے ماری تھی۔ وہ بہت دیر تک خالی خالی نظروں سے آئینہ دیکھتی رہی۔ زبیر نے جو دیدہ دلیری دکھائی تھی اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ وہ طلاق کے ڈر سے اپنا منہ بند رکھے گی مگر اس بار وہ غلط ثابت ہوا۔ اس نے چپ چاپ تصاویر کا انبار اپنے بابا اور مائدہ کے سامنے رکھ دیا تھا۔

قیامت آچکی تھی' ایک اور غلط فیصلہ ہو گیا تھا۔ پہلے انہوں نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں برباد کی اور اب ان کی بیٹی کی زندگی بھی برباد ہو گئی۔ وہ ظالم ہیں انہوں نے ہمیشہ غلط فیصلے کیے۔ یہ سوچ انہیں چین نہ لینے دیتی۔ بریرہ کی خاموشی ان کا دل چیرتی۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ بولے' روئے' مگر وہ چپ تھی۔ مائدہ خود حیران اور بے تحاشا شرمندہ تھیں۔ زبیر سے انہوں نے قطع تعلق کر لیا اور وہ مصر تھیں کہ زبیر بریرہ کو طلاق دے دے۔ مگر وہ ڈھٹائی پر اتر آیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ نہ تو وہ بریرہ کو چھوڑے گا اور نہ ہی ثانیہ کو' جبکہ ارمان صاحب بیمار رہنے لگے۔ ایک ماہ کے اندر ہی وہ ختم ہو گئے اور بریرہ پھر سے تنہا ہو گئی۔

ان کے جانے کے بعد اسے لگتا تھا کہ وہ پاگل ہی ہو جائے گی۔ انہوں نے ماں بن کر اس کی پرورش کی تھی۔ دوستوں کی طرح ہر مسئلہ سنتے تھے۔ ہر ہر لمحے میں وہ اس کے ساتھ تھے اور اب۔۔۔ اب سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ زبیر آگیا تھا۔ چالیسویں کے بعد اس کی ایک ہی ضد تھی کہ رخصتی کر دی جائے۔ بریرہ کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ اسے قتل ہی کر دے۔ اسے اس شخص سے بے تحاشا نفرت تھی۔ بریرہ کا انکار اور اس کی نفرت وہ برداشت کیسے کرتا؟ وہ اسے سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔

آج تک اسے یہی لگا کہ بالکل چپ اور ہر بات پر سر جھکانے والی لڑکی اس بار بھی ڈر کر اس کی بات مان لے گی۔ وہ حقیقتاً" اس کا احسان سمجھے گی۔ اس کے سامنے کبھی سر نہیں اٹھائے گی۔ زبیر کے ذہن میں یہ سوچ اتنی پختہ تھی کہ اس کی ہٹ دھرمی اس کا انکار اس کے لیے حیران کن تھا۔ وہ بھی ضد پر آچکا تھا۔

مائدہ بریرہ کی ڈھال بن گئی تھیں۔ بھائی سے انہیں محبت تھی اور بیٹے کی حرکت کے باعث وہ دنیا سے منہ موڑ گئے تھے۔ زبیر کو وہ کبھی معاف نہیں کریں گی۔ یہ انہوں نے سوچ لیا تھا اور ایک روز بے حد خاموشی سے وہ بریرہ کو اس کی ماں کے پاس چھوڑ آئیں۔ بریرہ کی ہی ضد پر انہوں نے زبیر اور اس کے نکاح کی بات ان سے چھپائی تھی۔ جبکہ زبیر کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کہاں گئی۔ مائدہ نے بھی یہی ظاہر کیا کہ وہ خود ہی گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ وہ اسے ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ مگر ثانیہ کی بے شمار فون کالز نے اسے واپس جانے پر مجبور کردیا۔ اگر وہ ثانیہ کے فون پر واپس نہ جاتا تو بریرہ کا پتا اسے چند دن میں ہی مل جاتا۔

☼ ☼ ☼

اس کی ممانے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ ارمان کے انتقال کی خبر پر وہ بہت دن گم سم اور دکھی رہیں۔ بریرہ نے انہیں سچائی نہیں بتائی تھی۔ اس کے دماغ میں بھی یہی بات اٹکی تھی کہ وہ بھی بابا کو ہی قصوروار سمجھیں گی اور اسی سوچ کے باعث وہ اب تک زبیر کے نکاح میں تھی۔ وہ اپنا نام اس کے نام سے الگ کرنا چاہتی تھی مگر یہ اتنا آسان تو نہیں تھا۔ اسے ساری بات اپنی مما کو بتانا پڑتی اور وہ یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ اس کے پیارے بابا کو یا ان کے فیصلے کو کوئی غلط کہے۔ البتہ زونیو سے وہ ڈسکس کر چکی تھی۔ زونیو نے چپ چاپ ساری بات سنی تھی اور اس کی یہ بات بھی مان لی تھی کہ وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گی۔

مگر اس نے بھی ایک وعدہ لیا تھا کہ جب کوئی اچھا انسان اس کی زندگی میں شامل ہونے کی خواہش کرے گا تو وہ اسے منع نہیں کرے گی۔ تب تو وہ چاروناچار ہاں بول گئی تھی۔ مگر احتشام کے پرپوزل پر اس نے جان بوجھ کر اپنے نکاح کا بتا دیا تھا۔ وہ اس سے چڑتی تھی۔ پہلی بار اس نے مارکیٹ میں اسے خود کو گھورتے پایا اور وہ اسے پہلی بار میں ہی زہر لگا۔ دوسری مرتبہ زونیو اس کے گلاسز تبدیل کروانے لے گئی تھی۔ وہ اسے اسٹائلش بنانے کے چکر میں تھی مگر اسے ضد تھی کہ وہ اپنا حلیہ تبدیل نہیں کرے گی۔ زونیو کی لاکھ منتوں کے باوجود وہ نہیں مانی تھی اور اس شاپ پر بھی وہ اس پر نگاہیں فوکس کیے رہا تھا اور اسی طرح ہر بار وہ اسے گھورتا ہوا پائی۔

احتشام کے دیکھنے کے انداز سے ہی وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ بھی باقی مردوں کی طرح سوچتا ہے۔ وہ بھی اس کی ظاہری شخصیت کو دیکھ کر برے برے منہ بنانے والوں میں سے تھا اور پھر اس نے احتشام کو زبیر جیسے مردوں کی صف میں لاکر کھڑا کردیا۔ اب احتشام لاکھ سر پٹختا مگر وہ اس کے بارے میں مثبت نہیں سوچ سکتی تھی اور اس نے غیر ارادی طور پر ہی سہی زبیر کی بےوفائی کا بدلہ اس سے لیا تھا۔ رہی بات زبیر اور اس کے نکاح کی تو چونکہ زونیو خاموش تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ کوئی بھی بہانہ بنا کر کوئی بھی جھوٹی سچی کہانی سنا کر وہ اس سے اس طرح خلع لے گی کہ مما کو حقیقت کا پتا نہ چلے۔ یہ اس کی بے وقوفی کی انتہا تھی۔ اس نے اس کام کو بہت آسان سمجھ لیا تھا۔ جبکہ زونیو نے بے حد خاموشی سے مما اور احتشام کو اس کی بے وقوفی کی داستان سنا ڈالی۔ وہ دونوں سر پکڑ کر بیٹھے رہ گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی۔ ذہن یاد کی آندھی سے گرد آلود ہو رہا تھا۔ اسے اپنے بابا یاد آرہے تھے۔ آنکھوں کے کنارے گیلے ہونے لگے۔ اس نے بے چینی سے کروٹ لی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

"بریرہ۔" زونی نے اسے نرمی سے پکارا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں کے ڈورے سرخ ہو رہے تھے۔

"بابا یاد آرہے تھے؟" اس نے نرمی سے اس کے گال چھو کر کہا تو آنسو چہرے پر پھسلنے لگے۔ زونی نے محبت سے بریرہ کو خود سے لگا لیا۔ کچھ دیر وہ سسکتی رہی پھر خود ہی اس سے الگ ہوگئی۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔

"تم آج میری ایک بات مانوگی؟" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"دیکھو میں جو کہوں گی اسے غور سے سننا اور سمجھنے کی کوشش کرنا۔ اور میری نیت پہ شک مت کرنا۔" وہ بہت محتاط انداز میں بات کر رہی تھی۔ بریرہ حیران سی ہوگئی۔

"تم تو گھر پر ہوتے ہوئے بھی گھر کے معاملات سے دور اور بے خبر رہتی ہو۔ کل دوپہر کے کھانے پر کچھ مہمان آئے تھے۔" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئی۔

"کیسے مہمان؟" وہ چونک گئی۔

"میرے رشتے کے لیے مگر مجھے نہیں لگتا کہ میرا رشتہ اس گھر سے جڑے گا لگتا ہے میں تمام عمر سعد کی یادیں لے کر اپنی زندگی گزاروں گی۔" اس کا لہجہ دکھی تھا۔

"تم کیا کہہ رہی ہو زونی؟ کون سعد؟ اور تم نے مجھے کچھ بتایا کیوں نہیں۔" وہ حیران پریشان سی سوال کرنے لگی۔

"دراصل میں سعد کی مما بے حد حسن پرست خاتون ہیں اور۔۔۔ اور انہیں سعد کے لیے ایسا خاندان چاہیے جس کا ہر فرد گورا چٹا ہو۔ سعد نے انہیں میری تصویر دکھائی۔ میں تو انہیں پسند آگئی لیکن۔۔۔" وہ آدھی بات کرکے چپ ہوگئی۔ بریرہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"لیکن اگر وہ تمہیں دیکھیں گی تو۔۔۔ تو وہ کہیں انکار نہ کردیں کہ کہیں آنے والی نسل تم پر نہ چلی جائے اور سانولی اولاد پیدا ہو۔" زونی نے بے حد مشکل سے ہی سہی پر جملہ مکمل کر ہی لیا تھا۔ بریرہ کا رنگ مارے خفت اور شرمندگی کے سرخ ہوگیا۔ اس کے حلق میں آواز پھنس کر رہ گئی۔ زونی نے بے اختیار بریرہ کے ہاتھ پکڑے۔

"بریرہ پلیز۔۔۔ میرے لیے تم ایک کام کرلو۔" وہ بے حد لجاجت سے بولی تھی۔

"ہاں بولو۔" وہ آنسو ضبط کرتے بمشکل بولی۔

"سعد کی مما اب دس دن بعد ہمارے گھر آئیں گی۔ تم بس ان دس دنوں میں پارلر سے اپائنٹمنٹ لے لو۔ یقین مانو محض ذرا سی توجہ سے تمہارا رنگ کھل اٹھے گا اور اگر کپڑے ذرا ڈھنگ کے پہنوگی تو قابل قبول لگوگی۔ بس میری شادی ہوجانے تک تم اپنے آپ کو تھوڑا تبدیل کرلو تاکہ مجھے مسئلہ نہ ہو۔۔۔ میں اور سعد ایک ہوسکیں اس کے بعد تم بھلے ہی پرانے حلیے میں آجانا مگر شادی ہوجانے تک۔۔۔ پلیز بریرہ۔"

"ٹھیک ہے زونی جیسے تمہاری خوشی۔" وہ مسکرا کر بولی تھی۔ زونیو شکریہ ادا کرکے کمرے سے نکل گئی۔ کمرہ بند کرکے وہ خوب زور و شور سے روئی۔ آنسو تھے کہ رکتے ہی نہیں تھے۔

"سب ایک جیسے ہیں ظاہری حسن کے دلدادہ۔" اس نے نفرت سے سوچا۔

"مگر احتشام تو ایسا نہیں۔" نہ جانے کیوں اس کا دل بولا۔

"احتشام کا یہاں کیا ذکر؟" اس نے بگڑ کر سوچا۔

"تمہارے بابا کے بعد وہی تو واحد فرد ہے جسے تم اسی حلیے اور اسی شکل میں ہی عزیز تھیں۔"

"ایسی باتیں تو زبیر بھی کیا کرتا تھا' پھر کیا ہوا؟" اس نے خود کلامی کی۔

"تمہیں زبیر اور احتشام میں فرق نہیں لگتا؟ کیا تم اتنی پاگل ہو؟" دل اسے ڈپٹ کر بولا۔

"کوئی فرق نہیں احتشام کا بھی کوئی مقصد ہوگا۔" وہ اپنے دل کی سننے پر راضی نہ تھی۔

"ہاں اس کا ایک ہی مقصد تھا تم سے شادی کرنا اور تمام عمر تمہاری محبت میں مبتلا رہنا۔" دل شرارت سے بولا۔ وہ جھنجلا گئی۔ پہلی بار وہ احتشام کے بارے میں

سوچ رہی تھی۔



زونیو نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ذرا سی گرومنگ سے وہ بالکل ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ بہت دیر تک وہ اپنے آپ کو یوں آئینے میں دیکھتی رہی جیسے وہ کسی اور کو دیکھ رہی ہو۔ چشمے کی جگہ لینس لگائے گئے تھے۔ بالوں کی بے حد خوب صورت کٹنگ جو اس کے چہرے کو مزید پرکشش بنا رہی تھی۔ مگر بالوں کی لمبائی کو زیادہ نہیں چھیڑا گیا۔ خوب صورت اور جدید انداز کے لباس نے اس کی شخصیت کو نیا روپ دے ڈالا تھا۔ اسے خود یہ تبدیلی اچھی لگ رہی تھی۔ مما بھی اس تبدیلی پر حیران مگر خوش تھیں۔ انہوں نے تبدیلی کی وجہ پوچھی تھی مگر وہ ٹال گئی۔ کیا کہتی کہ زونی کی شادی اس کے حلیے کی وجہ سے رکنے والی تھی۔ زونیو نے جب اس کا چہرہ پھیکا پڑتے دیکھا تو فوراً" ہی باہر جانے کا شور مچا دیا۔ اسے گلے میں دوپٹا ڈال کر باہر جانا بے حد عجیب لگا تو اس نے دوپٹے کو اچھی طرح سے لپیٹ لیا۔

آج زونی اسے لنچ کروانے لے جا رہی تھی اور وہ بہت خوش تھی۔ نا جانے کیوں بریرہ اداس ہو گئی۔ کچھ دن پہلے کہی گئی اس کی باتیں وہ بھول نہیں پا رہی تھی۔ وہ اپنے خیالوں میں کھوئی تھی۔ جبکہ سیلف سروس کی وجہ سے زونیو خود ہی کھانے کا آرڈر دینے گئی ہوئی تھی۔ وہ اردگرد سے بے نیاز بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ جب کسی کی تحیر سے بھری پکار پر وہ ہڑبڑا گئی اور پھر ساکت رہ گئی۔ اس کے سامنے زبیر کھڑا تھا۔ وہ بے حد حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئی۔

"بریرہ... یہ... یہ تم ہو؟" اس کی آنکھوں میں بریرہ کے لیے بے حد ستائش تھی پسندیدگی تھی جبکہ وہ یہاں اس جگہ اس طرح کے ٹکراؤ کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی بات کا جواب دیے بنا وہاں سے جانے لگی مگر زبیر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دور کھڑی زونیو بہت اطمینان سے سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔

"میرا ہاتھ چھوڑو۔" اس نے خفگی سے کہا۔ وہ بہت بے خوف اور غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کبھی اتنی پراعتماد ہو سکتی ہے، اتنی حسین ہو سکتی ہے زبیر سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ حق جتاتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ اڈ آئی۔ وہ بے حد اطمینان سے کھڑا تھا۔ بریرہ کے طیش میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ مستقل اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش میں تھی مگر زبیر کی سخت گرفت... اچانک اس کی نگاہ سامنے والی ٹیبل پر پڑی وہ بلاشبہ احتشام تھا۔ بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ فون کان سے لگائے اس کی توجہ اردگرد بالکل نہیں تھی۔

"احتشام...." وہ اسے دیکھتے ہی چلائی۔ اس کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر مشکل میں گھری بریرہ کو دیکھا۔ اسے محض سیکنڈ لگے اپنی جگہ سے اٹھنے اور اس تک پہنچنے۔

"کیا مسئلہ ہے؟" اس نے دیکھ لیا تھا کہ زبیر نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے۔ وہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"بریرہ کا ہاتھ چھوڑو۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

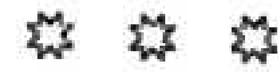
"بریرہ میری بیوی ہے۔ میں اس کا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا اور تم کون ہو جو مجھے یہ آرڈر دے رہے ہو؟" مقابل بھی زبیر تھا۔

"میں تمہاری کچھ نہیں لگتی نفرت ہے مجھے تم سے۔" وہ شدید غصے اور جذبات میں بہہ کر بول گئی اور بس احتشام تو اس کے منہ سے یہی سننے کا خواہشمند تھا۔ ایک زوردار مکا اس نے زبیر کے چہرے پر مارا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا اس نے دو چار لاتیں اور تھپڑ اسے رسید کیے اور لوگوں کے جمع ہونے سے پہلے ہی بریرہ کا ہاتھ پکڑ کر بے حد تیزی سے وہاں سے نکل آیا۔ وہ مسلسل رو رہی تھی۔ اس نے یہاں وہاں دیکھا ہی نہیں تھا۔ احتشام اسے اپنی گاڑی تک لے آیا تھا اور پھر وہ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

اسے رہ رہ کر وہ دن یاد آ رہا تھا جس دن محض احتشام کے چمکتے چہرے کو بجھتا دیکھنے کی خواہش میں سکون کے

ساتھ اس شخص کا نام لیا تھا۔ جس سے وہ نفرت کرتی تھی اور آج وہ احتشام کے سامنے اپنے منہ سے اس سے نفرت کا اظہار کر چکی تھی۔ احتشام چپ چاپ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ بریرہ منتظر بیٹھی تھی کہ وہ کچھ کہے۔ مگر وہ پورے راستے خاموش رہا تھا اور گاڑی اس کے گھر کے دروازے پر لا کر روک دی اور اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ حالانکہ اس کے اس نئے روپ کو دیکھنے کے لیے دل مچل رہا تھا مگر اس نے خود پر پہرے بٹھا دیے۔ وہ کچھ بولنے کی خواہش دل میں لیے اتر گئی۔ اس کے جاتے ہی وہ مسکرا اٹھا۔

زونیو نے ہی زبیر کا نمبر ڈھونڈا تھا اور اتفاق سے ہی وہ کراچی آیا ہوا تھا۔ زونیو نے اس سے بریرہ بن کر بات کر کے یہی کہا کہ وہ اس سے ملنا چاہتی ہے اور جب وہ ملنے آئے گا تب ہی وہ اسے وجہ بھی بتائے گی اور وہ وہاں آ گیا تھا۔ احتشام پہلے سے ہی وہاں موجود تھا۔ اس سارے ڈرامے کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی تو یہ کہ زبیر بریرہ کو اس نئے حلیے میں دیکھ کر بے قرار ہو جائے اور دوسری وجہ یہ کہ بریرہ کو اس وقت یقیناً" کسی نہ کسی کی ضرورت پڑتی اور وہ "کسی" احتشام کو ہی ہونا تھا۔ زبیر پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ کسی اور میں انوالو ہے اور وہ اس کے لیے کچھ بھی کر لے گا اور سب سے اہم بات احتشام کی اس حرکت کے بعد وہ اس کے لیے یقیناً" اپنے دل میں نرمی محسوس کرے گی۔ جو کچھ اس نے چاہا ویسا ہی ہوتا چلا گیا جیسے قدرت خود اس قصے کا منطقی انجام چاہتی ہے۔ وہ جھوٹے بہانے بنا کر اس کا حلیہ تبدیل کروا چکی تھی۔ اب بس اسے احتشام کے لیے راضی کرنا تھا۔



زبیر سے اچانک سامنا اسے مضطرب کر گیا اور پھر احتشام کو دیکھ کر اس کا دل نئی لے میں دھڑکنے لگا۔ دل کی عجیب کیفیت نے اسے الجھا دیا۔ وہ مسلسل اسی کو سوچ رہی تھی۔ کمرے میں اسے سکون نہ ملا تو وہ لاؤنج میں آ گئی۔ دو روز پہلے جو ہوا اسے ہمیشہ کی طرح مما سے چھپایا گیا تھا۔ اس نے وقت گزاری کے لیے ٹی وی آن کر لیا۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ملازمہ کسی کو لیے اندر آئی۔ آنے والا زبیر تھا۔ اسے دیکھ کر وہ بے اختیار کھڑی ہو گئی۔ بریرہ کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ مسکرایا۔

"کیسی ہو؟" وہ خود ہی صوفے پر بیٹھ گیا، جبکہ وہ کھڑی رہی۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟" اس کا لہجہ سخت تھا۔ زبیر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کے قریب آن رکا۔ بریرہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔

"اپنی بیوی سے ملنے، اسے دیکھنے، اس سے باتیں کرنے اور..." اس نے دو قدم آگے بڑھائے۔

"اسے چھونے۔" اس نے نرمی سے بریرہ کے بال چھو کر کہا۔ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر مزید پیچھے ہو گئی۔

"زبیر چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ....."

"کیا کرو گی تم؟ پھر کسی آشنا سے میری مرمت کرواؤ گی؟" وہ بار بار پیچھے جا رہی تھی اور وہ قدم بہ قدم بڑھاتا چلا جا رہا تھا۔

"میں نے کہا نا یہاں سے ابھی اور اسی وقت دفع ہو جاؤ تم۔" وہ چلا کر بولی۔ ملازمہ اپنی مالکن کی حالت دیکھ چکی تھی وہ تیزی سے باہر بھاگی اور گارڈ کو بلا لائی۔

"تمہارے پاس صرف دو دن ہیں بریرہ اچھی طرح سوچ لو۔ میرے ساتھ شرافت کے ساتھ چلنا ہے تو ٹھیک ورنہ مجھے زبردستی کرنا بھی آتی ہے اور تم جانتی ہو کہ میری زبردستی کیسی ہو گی؟" اسے دھمکی دیتا باہر نکل گیا۔

"آئندہ اس شخص کو گھر کے آس پاس دیکھو تو اس کی ٹانگیں توڑ دینا۔" وہ جاتے جاتے سخت لہجے میں کیا گیا آرڈر سن چکا تھا۔ اس کے لبوں پر زہرخند مسکراہٹ تھی۔



زبیر کی ہمت پر وہ بے حد خوف زدہ ہو گئی تھی۔ شام میں جب مما گھر آئیں تو اس نے خود ہی رو رو کر ساری بات ان کے گوش گزار کر دی۔ وہ اتنی خوف زدہ تھی کہ

پیار کے بنا جھجکے اس نے ہر بات انہیں بتادی۔ انہوں نے بابا کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہا تھا۔ وہ بس اسے دلاسا دیتی رہیں۔

"ہم کل ہی وکیل کو بلا کر ساری بات ڈسکس کرتے ہیں اور خلع کا کیس دائر کرتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہیں وہ کیسے تمہیں پریشان کرتا ہے۔ تم روو مت ' میں ہوں نا۔" وہ اس کے چہرے پر پھیلے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔ وہ عجیب سی شرمندگی محسوس کررہی تھی۔

"آئی ایم سوری مما۔۔۔ میں نے آپ کو پہلے اس حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" وہ سر جھکا کر بولی تھی۔

"اٹس اوکے۔" انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگالیا تھا۔

☼ ☼ ☼

گزشتہ سال ہی ثانیہ اس سے طلاق لے چکی تھی۔ تب ہی وہ کراچی واپس آگیا تھا اور جب اسے خلع کا نوٹس ملا تو وہ غصے سے پاگل ہی ہو گیا۔ پہلے بھی وہ بریرہ کو چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا۔ وہ اس کی خوبیوں اور نیک فطرت سے بہت اچھی طرح آگاہ تھا اور اب تو وہ اسٹائلش بھی ہو گئی تھی اور بے حد خوب صورت بھی۔ اب تو اس سے دستبردار ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ عدالت کے نوٹس ملنے کے باوجود وہ حاضری کے لیے نہیں گیا۔

بہت سوچ کر اس نے بریرہ کو فون ملایا اور اسے ملنے کے لیے بلایا تھا۔ اس کی توقع کے برخلاف وہ مان گئی اور اسی نے جگہ منتخب کی۔ جب وہ وہاں پہنچا تو وہاں زونیو موجود تھی۔ اسے آتا دیکھ کر وہ تیزی سے اس کے قریب آئی۔

"زبیر بھائی' میں زونیو ہوں۔ بریرہ کچھ دیر میں پہنچے گی۔" وہ جلدی جلدی بولی۔

"تمہاری آواز میں نے پہلے بھی کہیں سن رکھی ہے۔" وہ بہت تیز تھا۔ مگر اس سے زیادہ ہوشیار زونیو تھی۔ فورا" ہی مسکرائی' کیونکہ فون اسی نے اٹھایا تھا اور بریرہ بن کر بات کی تھی۔

"میری اور بریرہ کی آواز میں کافی مشابہت ہے نا' اس لیے آپ کو لگا۔" وہ پرسکون ہو کر بولی۔

"بریرہ اکیلی ملنے نہیں آسکتی تھی۔" وہ لہجہ بگاڑ کر بولا۔ زونی نے اپنا غصہ بمشکل قابو کیا تھا۔

"اسے آپ سے ڈر لگتا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔ نہ جانے کیوں وہ بے ساختہ مسکرایا تھا۔ حیران تو وہ اب بھی تھا کہ بریرہ کیوں اس سے ملنے کے لیے راضی ہو گئی۔ کچھ دیر بعد وہ آتی دکھائی دی۔ گھبرائی گھبرائی اور پریشان۔

"کیوں بلایا ہے آپ نے مجھے؟" اس نے بغیر کوئی اخلاقیات نبھائے وجہ دریافت کی۔

"تم بیٹھو تو سہی۔" اس بار زبیر کے لہجے میں شیرینی ہی شیرینی تھی۔

"میں بیٹھنے نہیں آئی۔" وہ ڈھیٹ بنی کھڑی رہی۔ زبیر بھی کھڑا ہو گیا۔

"بریرہ پلیز! ہم بیٹھ کر سکون سے بات کرتے ہیں۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا تو۔۔۔ نفرت ہے مجھے تم سے۔۔۔ تم میرے بابا کے قاتل ہو۔۔۔ اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں تمہیں معاف کرکے تمہیں اپنالوں گی' ہرگز نہیں۔۔۔ شدید نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔ مجھے طلاق چاہیے۔" وہ بے حد غصے سے بول رہی تھی۔

"میں تم سے اپنے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں۔ پلیز بریرہ میری بات تو سنو۔" وہ اسے بہت پیار سے منانے کی کوشش کررہا تھا۔ جبکہ زونی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ بریرہ غصے سے باہر نکلنے لگی۔ زبیر اس کے پیچھے پیچھے کہ اچانک ہی عقبی حصے سے کوئی نکل کر زبیر کے قریب آیا۔

"وہیں رک جاؤ اور میرے اشارے کے منتظر رہو۔" زبیر کو اپنی پشت پر کسی چیز کے چبھنے کا احساس ہوا۔ بریرہ پیچھے مڑے بغیر آگے بڑھتی جارہی تھی۔ زبیر کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔

"آگے بڑھو' اس طرف۔" وہ اسے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ دس قدم کی دوری پر ایک

گاڑی کھڑی تھی۔ اس نے زبیر کو اس گاڑی میں دھکیل کر دروازہ بند کردیا اور فون ملایا۔

"مبارک ہو' کام ہو گیا۔" اس کے لہجے میں خوشی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ گھر آکر نیند کی گولی کھا کر سو گئی تھی۔ زونیو کے بے حد اصرار کے بعد وہ زبیر سے ملنے کے لیے راضی ہوئی تھی اور زونیو کے ہی کہے گئے الفاظ اس نے وہاں دہرائے تھے۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ زونیو نے اسے وہاں کیوں بھیجا اور پھر وہ لفظ ادا کرنے کے بعد واپس جانے کی ہدایات کیوں جاری کیں۔ بس اس نے جو کہا اس نے کیا۔ شام کو جب وہ جاگی تو سائیڈ ٹیبل پر رکھی رجسٹری دیکھ کر وہ حیران سی ہوئی۔ کھولنے پر جب سامنے طلاق کے کاغذات آئے تو اس پر جیسے شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ زبیر نے اسے اتنی آسانی سے کیسے طلاق دے دی؟ سمجھ سے بالاتر تھا۔ کہاں وہ کورٹ کے نوٹس بھیجنے کے باعث اپنے گھر تک سے غائب ہو گیا تھا اور کہاں اچانک ہی اس نے طلاق نامے پر دستخط کردیے۔

وہ یہ خوش خبری سب سے شیئر کرنا چاہتی تھی۔ اسی لیے بھاگتے ہوئے نیچے آئی مگر لاؤنج میں مہمانوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔ احتشام اپنے والدین کے ہمراہ وہاں موجود تھا اور ماحول بے حد خوشگوار۔ سب کی نظریں اس کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ وہ واپس تو جا نہیں سکتی تھی اس لیے آگے بڑھ آئی۔ سلام اور خیر خیریت کے بعد وہ محض پانچ منٹ ہی بیٹھ پائی۔ احتشام کی بولتی نگاہیں' وہ پہلی بار بری طرح کنفیوژ ہوئی۔ وہ اٹھنے کے لیے پر تولنے لگی کہ زونیو کی آواز پر وہ رک گئی۔

"بریرہ۔۔۔ ذرا احتشام بھائی کو ہمارا گھر تو دکھاؤ۔" اس کے لہجے میں شرارت تھی۔ زونیو کا یہ کہنا تھا احتشام فورا" اٹھ کھڑا ہوا۔ بریرہ چپ چاپ اسے لیے لان میں آگئی۔

"بہت تبدیلی آگئی ہے تم میں۔" وہ چلتے چلتے اچانک رک کر بولا۔ وہ کیا کہتی۔

"آج پہلی بار میں اور تم یوں اس طرح سے آمنے سامنے ہیں۔ میں بہت خوش ہوں بریرہ۔" وہ واقعی خوش لگ رہا تھا۔ بریرہ مسکرا دی۔

"مگر مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ زبیر نے اتنی آسانی سے مجھے طلاق کیسے دی؟" وہ حیران تھی۔

"یہ سب زونیو کا کمال ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ۔۔۔" وہ پھر اسے بتاتا چلا گیا۔ "اور جب تم ہوٹل سے نکل کر آگے بڑھ رہی تھیں تب میرے دوست نے اسے نقلی پستول سے روک لیا اور گاڑی میں بٹھا کر لے گئے۔ میں اس پرانی اور اجاڑ جگہ پر پہلے ہی موجود تھا۔ بس ذرا سی دھلائی اور مرمت اور گولی کے خوف نے اسے طلاق نامے پر دستخط کرنے پر مجبور کردیا۔ ایسا کرنا بے حد ضروری تھا کیونکہ وہ تمہیں کسی صورت طلاق نہ دیتا اور اگر وہ تمہیں منانے میں کامیاب نہ ہو پاتا تو یقینا" روپوش ہو جاتا تاکہ تم اس کے نام سے ہی منسلک رہو اور اپنی زندگی پرسکون طریقے سے نہ گزار سکو۔" وہ تفصیل سے بولا۔ وہ منہ کھولے اسے سن رہی تھی۔

"جنگ اور محبت میں سب جائز ہے خاتون۔" وہ سر جھکا کر بولا تو وہ ہنس پڑی پھر کچھ دیر مزید خاموشی چھائی رہی۔

"بریرہ۔" اس نے بہت دھیمے لہجے میں اسے پکارا۔ وہ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ تمہیں اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں۔ کیا تمہیں میرا ساتھ قبول ہے۔" احتشام نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا اور اپنا ہاتھ بڑھا دیا' جسے بریرہ نے تاخیر کیے بنا تھام لیا۔ اسے پہلی بار اپنا آپ مکمل لگا تھا۔ احتشام کی نگاہوں میں بریرہ کے لیے بے تحاشا محبت اور عزت تھی اور یہی تو اسے چاہیے تھا۔ دنیا میں تمام مرد زبیر جیسے نہیں ہوتے۔ اس بات پر اسے یقین آگیا تھا۔ اس کے دل کے آسمان پر محبت کا چاند مسکرانے لگا۔

☼ ☼